سوال

(706) ''مصافحہ'' ایک ہاتھ سے یا دو ہاتھوں سے کرنا چاہیے؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم مفتی صاحب! عرض ہے کہ میں نے ایک صاحب (جو مسلکاً حنفی ہے) کو ایک ہاتھ سے مصافحے کی حدیث دکھائی تو انھوں نے کہا آپ اہل حدیث حضرات اس حدیث میں ایک ہاتھ (یَدٌ) کس بنا پر مراد لیتے ہو، حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ ''اس حدیث کی عربی میں بھی ''یَدٌ'' استعمال ہوا ہے، تو اگر کوئی انسان دوسرے انسان کو مارے تو دوسرا ہاتھ استعمال نہیں کرے گا کیا؟ اسی طرح جب مصافحہ میں ایک ہاتھ یعنی یَدٌ آیا ہے تو دوسرا ہاتھ مصافحہ میں استعمال کرے گا۔

اس مسئلہ کو تفصیل سے تحریر کریں تاکہ میرے علم میں بھی اضافہ ہو۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ (مرزا عمر علی، شہدادپور) (۸۔ اگست ۲۰۰۳ء)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یہاں بحث صرف لفظ ''یَدٌ'' سے نہیں بلکہ یہ لفظ ''مصافحہ'' کے تابع ہے۔ اہل لغت کے نزدیک ''مصافحہ'' ہتھیلی کے ہتھیلی کے ساتھ الصاق (مل جانے) کا نام ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'ہِیَ مُفَاعَلَۃٌ مِنَ الصَّفْحَۃِ وَالْمُرَادُ بِہَا الْاِفْضَاءُ بِصَفْحَۃِ الْیَدِ اِلٰی صَفْحَۃِ الْیَدِ' (فتح الباری: ۵۴/۱۱)

''مصافحہ بروزن مفاعلہ صفحۃ سے ماخوذ ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھ کی ہتھیلی کا دوسرے کے ہاتھ کی ہتھیلی کو لگ جانا۔''

علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے اور علامہ قاری نے ''مرقاۃ'' میں اور دیگر کئی ایک علمائے حنفیہ نے مصافحہ کی اسی طرح تعریف کی ہے۔ ''تمہید ابن عبدالبر'' میں ہے کہ عبداللہ بن بسر نے کہا:

'صَافَحْتُ بِہَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔' (رِجَالُہٗ کُلُّہُمْ ثِقَاتٌ وَاِسْنَادُہٗ مُتَّصِلٌ)

'لوگو! تم میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو، اس کے ساتھ میں نے رسول اللہﷺ سے مصافحہ کیا تھا۔'' (اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور سند متصل ہے)

''مسند احمد'' کے الفاظ یوں ہیں :

'تَرَوْنَ كَفِّي هَذِهِ، فَأَشْهَدُ أَنِّي وَضَعْتُهَا عَلَى كَفِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' (مسند احمد، رقم : ۱۷۹۰۶)

''عبداللہ بن بسر نے کہا تم میری اس ہتھیلی کو دیکھتے ہو، پس میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس کو محمد ﷺ کی ہتھیلی پر رکھا ہے۔'' (اس کی سند صحیح ہے۔)

واضح ہو کہ لفظ 'يَدِيْ هٰذِهِ وَكَفِّيْ هٰذِهِ' میں معترض کے دعوے کی واضح تردید ہے کیونکہ هٰذِهِ اسم اشارہ واحد کے لیے ہے، لفظ يَدِيْ اور كَفِّيْ میں بھی ایک ہاتھ اور ایک ہتھیلی کا تعین ہے، دونوں مراد نہیں۔ جب کہ سوال میں مشارٌالیہ حدیث میں عموم مقصود ہے، یَدٌ حقیقی ہو یا معنوی۔ یعنی مسلمان کو تکلیف دینا ہی منع ہے، ہاتھ سے ہو، زبان سے ہو، ٹانگ سے ہو یا کسی دوسری معنوی صورت میں۔ جیسے ناحق کسی کے حق پر قابض ہو جانا بھی تکلیف دہ امر ہے، لیکن یہ قبضہ حقیقی ہاتھ سے نہیں۔ (عمدۃ القاری : ۲۰/۱)

یہاں یَدٌ کا مفہوم واحد اور تثنیہ کی حدود سے بالاتر ہے، عمومی جملہ صورتوں پر اس کا اطلاق ہوگا۔ واحد اور تثنیہ کا تعین اکثر و بیشتر تصریح سے اور بعض اوقات قرائن سے ہوتا ہے۔

مصافحہ میں دوسرے ہاتھ کا استعمال مصافحہ کی اصل تعریف سے خارج ہے اور ''صحیح بخاری'' میں ابن مسعود کی حدیث :

'وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ' (صحيح البخاری، بَابُ الأَخْذِ بِاليَدَيْنِ، رقم : ٦٢٦٥) سے مقصود مصافحہ نہیں بلکہ مزید اہتمام تعلیم کی خاطر دونوں ہاتھوں کو پکڑنا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی نے اپنے بعض فتووں میں اس امر کی تصریح کی ہے جس کی تفصیل ''تحفۃ الاحوذی'' (۵۲۲/۷) میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : مستحب یہ ہے کہ مصافحہ دائیں ہاتھ سے ہو، یہی افضل ہے۔ (التحفۃ : ۵۱۹/۷)

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں : (کتاب المقالۃ الحسنی فی سنیۃ المصافحۃ بالید الیمنی للعلامۃ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

جلد : 3، کتاب اللباس : صفحہ : 503

محدث فتویٰ